OPEN ACCESS
Al-Idrak
Research Journal
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.com

آریائی مذاہب اور عائلیات کی اصولی مباحث: ہندو مبانیِ زواج کا اسلامی تناظر میں تنقیدی مطالعہ

Aryan Religions and Family Systems: A Critical Study of Hindu Marriage Principles in the Islamic Context

☆ **Dr. (Hafiz) Muhammad Aslam Khan**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore

☆☆ **Prof. Dr. Khalid Mahmood Arif**
Associate Professor/HOD department of Islamic Studies, Riphah International University Faisalabad

Citation:
Khan, Dr. (Hafiz) Muhammad Aslam and Prof. Dr. Khalid Mahmood Arif " Aryan Religions and Family Systems: A Critical Study of Hindu Marriage Principles in the Islamic Context." Al-Idrāk Research Journal, 4, no.2, Jun-Dec (2024): 1– 19.

ABSTRACT

This study critically analyzes the principles of marriage in Hinduism, particularly focusing on the Aryan religious framework, and juxtaposes them with Islamic teachings on marriage and family life. Hinduism, with its roots in the Vedic traditions, provides specific guidelines for marriage that emphasize the sanctity of the union, the duties of spouses, and the social roles within the family. These principles are deeply embedded in Hindu texts such as the Manusmriti and the Rigveda, which detail the social and religious expectations for marriage and family structure.In contrast, Islamic marriage principles, as outlined in the Qur'an and Sunnah, emphasize equality, mutual respect, and the protection of the rights of both spouses. Islamic teachings focus on the concept of marriage as a contract (Nikah), where both parties are given equal rights and responsibilities, ensuring fairness in the relationship. This research compares these two perspectives, examining how the Hindu understanding of marriage differs from the Islamic model in terms of gender roles, responsibilities, and rights. The study further highlights the implications of these differences in the context of family life, social justice, and the preservation of individual dignity. By exploring these religious frameworks, the research provides a comprehensive understanding of the contrasting views on marriage and family within Hinduism and Islam, offering insights into how these models can influence modern familial practices and relationships.

Keywords: Hindu marriage, Islamic marriage, Aryan religions, family systems, gender roles, social justice, comparative study.

آریائی مذاہب اور عائلیات کی اصولی مباحث کا مطالعہ ایک اہم موضوع ہے جو نہ صرف مذہبی، بلکہ ثقافتی اور سماجی تناظر میں بھی اہمیت رکھتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد ہندو مذہب میں زواج کے اصولوں کا اسلامی تناظر میں تنقیدی مطالعہ کرنا ہے۔ ہندو مذہب کی بنیاد آریائی تہذیب اور ویدک متون پر ہے، جو عائلی زندگی، سماجی ذمہ داریوں اور اخلاقی اصولوں کے حوالے سے مخصوص ہدایات فراہم کرتے ہیں۔ ہندو مذہب میں شادی کو نہ صرف سماجی بلکہ روحانی لحاظ سے بھی ایک اہم اور مقدس عمل سمجھا جاتا ہے۔ ہندو معاشرت میں زواج کی بنیادیں مذہبی متون جیسے کہ منوسمرتی اور رگ وید میں پائی جاتی ہیں، جو ازدواجی تعلقات میں اصولوں اور ذمہ داریوں کی تفصیل فراہم کرتی ہیں۔ ہندو مذہب میں، بیوی اور شوہر کے درمیان رشتہ اکثر تقدس اور کرداروں کے لحاظ سے غیر متوازن دکھائی دیتا ہے، جہاں مرد کو زیادہ اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، اسلام میں شادی کو ایک معاہدہ (نکاح) کے طور پر سمجھا جاتا ہے جس میں دونوں فریقین کو یکساں حقوق اور ذمہ داریاں حاصل ہیں۔ اسلام میں شادی کے اصول قرآن و سنت پر مبنی ہیں، جو عدلیہ، مساوات، اور دونوں طرف سے ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں شوہر اور بیوی کے درمیان حقوق کا تحفظ اور عدلیہ کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے، جہاں دونوں کے لیے محبت، احترام اور تعاون کی بنیاد پر رشتہ استوار کیا جاتا ہے۔ یہ تحقیق ہندو اور اسلامی شادی کے اصولوں میں پائے جانے والے فرق کو واضح کرنے کی کوشش کرتی ہے اور ان دونوں مذہبی نظاموں کی روشنی میں عائلی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم ہندو مذہب کے اصولوں کو اسلامی تناظر میں دیکھ کر دونوں کے درمیان ہم آہنگی یا تضادات کی تفصیل پیش کریں، اور اس بات پر روشنی ڈالیں کہ ان دونوں نظاموں کی روشنی میں ہمارے معاشرتی اور عائلی تعلقات کی نوعیت میں کیا فرق آسکتا ہے۔

ہندو مت کی تعلیمات شادی بیاہ کے بارے میں ہندو مت جو ایک غیر الہامی مذہب ہے۔ دراصل مختلف رسوم و رواج اور ایک خاص طرز زندگی کا نام ہے۔ اس میں شادی بیاہ کے بارے میں اگرچہ مفصل ہدایات ملتی ہیں مگر عورت کی عفت و عصمت اور اس کے کسی ایک مرد کے ساتھ وابستہ رہنے کا تصور اتنا صاف اور واضح نہیں ہے کہ عورت میں شراکت کا امکان ختم ہو جائے اور شادی کے بغیر اس سے جنسی تعلق کی قطعاً گنجائش باقی نہ رہے۔ عورت کے ساتھ سخت برتاؤ کرنے کے سلسلے میں جس قدر ہدایات ہندوؤں کی مذہبی کتب میں موجود ہیں اتنی دنیا کے کسی اور مذہبی کتب یا کسی اور مکتبہ فکر میں نہیں ہیں۔ ہندو معاشرہ میں عورت کی حیثیت بہت پست رہی ہے اور

بیوی سے نہ تو نیک سلوک کیا جاتا ہے اور نہ ہی اسے وہ عزت دی جاتی ہے جو ایک بیوی کا حق ہے۔ ہندو مذہب میں عورت کو محکومیت کی زنجیروں میں بند رکھا گیا ہے۔ اسے اپنے زندگی کے کسی موڑ میں آزادی کا حق نہیں دیا گیا۔ عورت لڑکپن میں اپنے باپ کے اختیار میں رہے اور جوانی میں شوہر کے اختیار میں اور بیوہ ہونے کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے۔[1]

ہندو مت میں ازدواجی زندگی کے ایسے قانون ہیں جو غیر فطرتی ہیں مثلا اپنی ذات میں شادی کرنا منگنی کی عجیب رسومات، ایک عورت کے کئی کئی شوہر اور مرد کو بغیر کسی حد کے تعدد ازدواج کی اجازت ہستی کی رسم وغیرہ وغیرہ۔

ہندو مت میں شادی بیاہ کے اتنے طریقے رائج ہیں کہ ایک عام شخص ان کو سمجھ ہی نہیں سکتا اور ان میں سے زیادہ تر ایسے طریقے ہیں جو شادی کے زمرے میں آتے ہی نہیں ہیں بلکہ وہ تو زنا کی لسٹ میں شمار ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں ازدواجی زندگی کی کے بارے میں ایک اخباری رپورٹ ملاحظہ ہو۔ ہندو عورت کی ازدواجی زندگی بہت دردناک و رسوا کن ہے۔ ۱۹۸۷ میں بھارت میں عورتوں پر مجرمانہ حملوں اور قتل و غارت کے سب سے زیادہ واقعات ہوئے سے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ہر سال دار الحکومت دہلی میں ۵۰۰ لڑکیوں کو کم جہیز لانے پر زندہ جلا دیا جاتا ہے لیکن ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے ان وارداتوں کے مرتکب افراد سزا سے بچ جاتے ہیں۔[2]

معیار رشتہ

شادی میں سب سے پہلے رشتہ تلاش کیا جاتا ہے۔ رشتہ جوڑنے سے پہلے لڑکے اور لڑکی کی عادات اور رہن سہن کا معائنہ کیا جاتا ہے کہ آیا یہ دونوں شادی کر کے خوش بھی رہ سکے گے یا نہیں۔ اب ہم یہاں سے معیار رشتہ کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔ دیانند سرسوتی نے معیار رشتہ کے موضوع کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس سلسلے میں کچھ شرائط کو بیان کیا ہے جس کو ہم ترتیب سے بیان کرتے ہیں۔

---

[1] منوسمرتی، باب ۴۵، آیت ۵، مترجم: رام چندر شرما، ناشر: گیتا پریس، گورکھپور، ۱۹۹۵، صفحہ ۱۲۳۔
Manusmṛti, Chapter 45, Verse 5, Translator: Ram Chandra Sharma, Publisher: Gita Press, Gorakhpur, 1995, Page 123

[2] روزنامہ نوائے وقت، ۵ نومبر ۱۹۸۸۔

Nawā'-e-Waqt (Lahore), November 5, 1988.

ا۔ اپنے ورن (ذات) میں شادی کرنے کی قید

ہندو معاشرہ میں ذات پات کا نظام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ شادی میں ذات پات کے اس نظام کو بہت ترجیح جاتی ہے۔ ایک ذات کا مرد کسی دوسری ذات کی عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔ ہاں بعض موقعوں پر ایسا کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

منو مہاراج لکھتے ہیں۔ گرو کے حکم سے اشنان وغیرہ کر کے سماورتن سنسکار کو کرے اور اس کی اور اپنے ورن کے برابر صفتوں والی لڑکی سے شادی کرئے۔[1]

ذات پات کے اس نظام میں سب سے زیادہ اہمیت برہمن کو دی گئی ہے اس لئے وہ جس ذات کی لڑکی سے چاہے بیاہ کر سکتا ہے اور اس نظام میں سب سے زیادہ پینے والا طبقہ شودر ہے جو بیاہ کے قانون میں بھی زیادتی کا شکار ہیں کہ وہ صرف اپنی ذات کی لڑکی سے شادی کر سکتے ہیں۔ کھشتری کو اپنی ذات کے علاوہ دیش اور شور کی لڑکی سے بیاہ کرنے کی اجازت ہے جبکہ ویش یا تو ہم ذات لڑکی سے بیاہ کر سکتا ہے یا پھر شودر کی لڑکی ہے۔

منو مہاراج اس سلسلے میں لکھتے ہیں شودر صرف اپنی ذات کی لڑکی سے اور ویش اپنی ذات اور شودر کی لڑکی سے اور کھشتری اپنی ذات اور ویشیہ اور شودر کی لڑکی سے اور براہمن چاروں درنوں کی لڑکی سے دواہ کر سکتا ہے۔ کسی انتہاس میں یہ نہیں پایا جاتا کہ مصیبت کے وقت بھی براہمن یا کھشتری نے کسی شوور کی لڑکی سے شادی کی ہے۔[2]

دیانند سرسوتی لکھتے ہیں

> (استاد) گرو کی اجازت سے اسنان کر اور گورگل سے حسب قاعدہ واپس آ۔ برہمن کھشتری اور ویش اپنے اپنے ورن کے مطابق عمدہ صفات والی لڑکی سے شادی کرے۔[3]

---

[1] منو سمرتی، ادھیائے ۴ اشلوک ۴، ص ۳۸۔

Manusmṛti, adhyāya 4 aślōk 4, p. 38.

[2] منو سمرتی، ادھیائے ۱۳ اشلوک ۱۴–۱۳، ص ۳۹۔

Manusmṛti, adhyāya 3 aślōk 14–13, p. 39.

[3] دیانند سرسوتی، ستیارتھ پرکاش (دہلی: سرودیسک آریہ پرتنیدھی سبھا، ۱۸۷۵)، ص ۱۰۰۔

Dayānanda Sarasvatī, Satyārth Prakāsh (Delhi: Sarvadeshik Arya Pratinidhi Sabha, 1875), 100

منو مہاراج لکھتے ہیں کہ اگر کوئی اپنی ذات کو چھوڑ کر کسی دوسری ذات کی لڑکی سے بیاہ کرتا ہے تو ہندو دھرم کے مطابق ایسا شخص تکلیف اٹھائے گا برھمن کشتری ویشیہ تینوں ورن اگر محبت کی وجہ سے پیچ ذات کی لڑکی سے ساتر وواہ کرے تو اولاد اور اپنے کل کو جلد پاش کر دیتے ہیں۔[1]

جان ڈی مین نے یہ لکھتے ہیں کہ پہلے مخلوط شادیاں ہو جاتی تھی۔ یعنی ایک ذات کا لڑکا دوسری ذات کی لڑکی سے شادی کر لیتا تھا۔ مگر اب ایسا تصور ختم ہو چکا ہے۔

مختلف الذات اشخاص کے مابین شادی کی ممانعت بہ لحاظ وقت جدید تر ہے۔ ابتداء میں ایک ذات کے مردوں اور چھوٹے طبقوں کی عورتوں (حتی کہ شودر ذات) میں ازدواج تسلیم کئے جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس سے آریوں اور اصلی اقوام (aborigines) کے رواجات کے مخلوط ہونے میں مدد ملی ہو۔۔۔۔۔ تمام مصنفین شودر عورت اور چھتری یا ویش مرد کے درمیان شادی کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن برہمن مرد اور شودر عورت کے مابین شادی کے متعلق کافی نزاع ہے۔ سوترا مصنفین کے مابین ایسی شادی کے جواز کے متعلق کوئی جھگڑا معلوم نہیں ہوتا ہے۔[2]

یہی مصنف آگے بیان کرتے ہیں۔ ایک عرصے سے مختلف الذات اشخاص کے مابین شادی کا رواج متروک ہو گیا ہے۔ بلا شک اس کا باعث بھی اسی قسم کے خیالات تھے جن خیالات نے ہندی جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایسے بے شمار فرقے پیدا کر دیے جو نہ تو ایک دوسرے کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے شادی کرتے ہیں۔ اس وقت یہ کہنا ناممکن ہے کہ خلوط شادیاں کب معدوم ہوئیں۔[3]

---

[1] منو سمرتی، ادھیائے ۳ اشلوک ۱۵، ص ۴۰۔

Manusmṛti, adhyāya 3 aślōk 15, p. 40.

[2] قانون ورواج ھنود (لاہور: پنجاب لاء ہاؤس، تاریخ ندارد)، ص ۱۳۴۔

Qānūn wa Rawāj-e-Hunūd (Lahore: Punjab Law House, n.d.), 134.

[3] قانون ورواج جنود (لاہور: پنجاب لاء ہاؤس، تاریخ ندارد)، ص ۱۳۵–۱۳۶۔

Qānūn wa Rawāj-e-Junūd (Lahore: Punjab Law House, n.d.), 135–136.

خاندان سے باہر دور جگہ شادی کرنا:۔

رشتہ جوڑتے وقت سب سے پہلے اس بات کا لحاظ رکھا جائے گا کہ لڑکی اور لڑکے کا خاندان ایک نہ ہو نہ دوماں کے خاندان سے ہو اور نہ ہی باپ کے خاندان سے لڑکی اگر اسی خاندان کی ہے تو پھر ان کا بیاہ جائز نہیں ہے۔
دیانند سرسوتی لکھتے ہیں۔

> جو از کی ماں کے خاندان کی چھ پشتوں میں اور باپ کے گوتر (نسب) کی نہ ہو اس سے شادی کرنی چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔ غیر موجود چیز سے جو محبت ہوتی ہے وہ پاس والی چیز سے نہیں ہوتی۔ جیسے کسی نے مصری کی تعریف سنی ہو مگر کھائی نہ ہو تو اس کا دل اس کو چاہتا رہتا ہے (پس) جس وجہ سے کہ کسی غائب چیز کی تعریف سن کر اسکو حاصل کرنے کی خواہش تیز ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے دور جگہ یعنی جو اپنے نسب اور ماں کے خاندان پدری میں نزدیک کے رشتہ کی نہ ہو اسی لڑکی سے لڑکے کا بیاہ ہونا چاہیے۔[1]

منوم مہاراج نے بھی خاندان کی اس قید کو بیان کیا ہے جو لڑکی ماں کی سپنڈ میں نہ ہو اور نہ باپ کے گوٹر میں ہو ایسی لڑکی تینوں ورنوں کو زوجہ بنانے کے لئے اچھی ہوتی ہے۔[2]
جان ڈی میں خاندان میں شادی نہ کرنے کے حوالے سے لکھتے ہیں

> فریقین ازدواج کا انتخاب ذیل کے دو قواعد کا تابع ہے (الف) یہ کہ ان کا انتخاب خاندان سے باہر ہونا چاہیے (ب) یہ کہ ان کا انتخاب اندرون ذات ہونا چاہیے۔ ان کا پہلا قاعدہ (جسے مسٹر میانگین Melennan- کے نام سے موسوم کرتے ہیں) اس حیرت انگیز ممانعت کی صرف ایک شکل ہے جس سے ایک ہی خاندان یا قبیلے کے اشخاص کے مابین شادی نہیں ہو سکتی۔ یہ امتناع دنیا کے ہر حصے میں پایا جاتا ہے۔ سنسکرت مؤلفین کی رائے میں ایسے دو

[1] دیانند سرسوتی، ستیارتھ پرکاش، ص ۱۰۱۔
Dayānanda Sarasvatī, Satyārth Prakāsh, 101.

[2] منوسمرتی، ادھیائے ۳ اشلوک ۵، ص ۳۸۔
Manusmṛti, adhyāya 3 aślōk 5, p. 38.

اشخاص کے مابین شادی نہیں ہو سکتی جو بلحاظ قرابت ایک دوسرے کے مسند ہوں اگر مورث مرد ہو تو یہ قرابت چھ نسلوں پر ختم ہوتی ہے اور اگر مورث عورت ہو تو منو اور ستمبھا نے اس ممانعت کو چھ نسلوں پر ختم کیا ہے۔ اس کے بر خلاف گوتم روشنو بوشت سنکھا، نارو اور یا گنولیا نے چار نسل تک کے لوگوں کو سپند کہا ہے۔ مذکور الصدر مصنفین نے بعض نے اس میں مزید قاعدے کا اضافہ ہے کہ دولہا اور دلہن ایک ہی گوتر یا پرور کے نہ ہوں یعنی وہ ایک ہی خاندان کے نہ ہوں۔[1]

دیانند سرسوتی اپنی کتاب سنسر کار ددھی میں اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔

سوامی جی کی رائے ہے کہ شادی اسی شہر اس گاؤں اسی پر انت اور نزدیکی خاندان میں نہیں بلکہ دور دیش میں ہونی چاہیے۔ پتا کے گوتر اور ماتا کی سات پشتوں میں کوئی شادی نہ کرے۔ اس کے متعلق سوامی جی نے بہت سے دلائل دئے ہیں۔ جو مفصل ستیار تھ پر کاش میں درج ہیں اور جنہیں یہاں درج کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ہاں صرف اتنا بتلانا چاہتے ہیں کہ سوامی جی کا یہ سدھانت عین سائنس کے مطابق ہے اور تاریخی طور پر سدہانت کی تصدیق ہوتی ہے۔ بانی اور زوالوجی کے جاننے والے اس سدھانت کا مہتو بڑی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔[2]

خاندان میں شادی کرنے کے نقصانات دور جگہ شادی کرنے کے فوائد:- دیانند سرسوتی نے خاندان کے باہر دور جگہ شادی کرنے کی کافی وجوہات بتائی ہیں۔

* اول۔۔۔ جو بچے بچپن سے نزدیک رہتے ہیں۔ باہم کھیل لڑائی اور محبت کرتے۔ ایک دوسری کی خوبی نقص، عادت یا بچپن کی بد چلنی کو جانتے ہیں اور ننگے بھی ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ ان کی باہم شادی ہونے سے محبت کبھی نہیں ہو سکتی۔

---

[1] قانون ورواج جنود، ص ۱۳۰۔

Qānūn wa Rawāj-e-Junūd, 130.

[2] سنسکارودھی (دہلی: آریہ سماج پبلیکیشنز، تاریخ ندارد)، ص ۹۶۔

Sanskarodhi (Delhi: Arya Samaj Publications, n.d.), 96.

* دویم۔۔۔ جیسے پانی میں پانی ملنے سے نرالی صفت (پیدا) نہیں ہوتی۔ ویسے ہی ایک گوتر باپ یا ماں کے خاندان میں شادی ہونے سے دھاتوں کا اول بدل نہ ہونے سے ترقی نہیں ہوتی۔
* سویم۔۔۔ جیسے دودھ میں مصری یا سونٹھ وغیرہ دوائیوں کے ملاپ سے عمدگی ہوتی ہے ویسے ہی مختلف گوتر والے یعنی جن کے ماں باپ مختلف خاندان سے ہوں۔ ایسے مرد و عورت کا بیاہ افضل ہے۔
* چہارم۔۔۔ جیسے اگر کوئی ایک ملک میں مریض ہو وہ دوسرے ملک میں ہوا اور کھانے پینے کی تبدیلی سے تندرست ہوتا ہے ویسے ہی دور ملکوں کے رہنے والوں کے بیاہ ہونے میں بھی عمدگی ہے۔
* پنجم۔۔۔ نزدیک رشتہ کرنے میں ایک دوسرے کے نزدیک ہونے سے خوشی نمی کا معلوم ہونا اور باہم رنجیدگی کا ہو جانا بھی ممکن ہے۔ دور ملک کے رہنے والوں میں دور دور تک محبت کا رشتہ بڑھ جاتا ہے ایسا نزدیک کے رہنے والوں کے بیاہ میں نہیں۔
* ششم۔۔۔ دور دور ملک کے حالات اور چیزیں بھی دور رشتہ ہونے میں باہمی امداد سے مل سکتی ہیں۔ نزدیک کے بیاہ ہونے میں نہیں۔ اسی لئے لڑکی کا نام ودھتا (دختر) اس سبب سے ہے کہ اس کا بیاہ دور ملک میں ہونے سے فائدہ بخش ہوتا ہے۔ نزدیک خاندان ہونے میں نہیں۔
* ہفتم۔۔۔ لڑکی کے باپ کے خاندان میں مفلسی کا ہونا بھی ممکن ہے کیونکہ جب لڑکی باپ کے خاندان میں آئے گی تب اس کو کچھ نہ کچھ دینا ہو گا۔
* ششم۔۔۔ نزدیک ہونے سے ایک دوسرے کو اپنے اپنے باپ کے خاندان کی مدد کا گھمنڈ اور جب کچھ بھی دونوں میں ناراضگی ہو گی تب عورت فوراً ہی باپ کے خاندان میں چلی جائے گی۔ ایک دوسرے کی خدمت زیادہ ہو گی اور رنجش بھی۔ کیونکہ اکثر عورتوں کا مزاج تیز اور نرم (جلد اثر پذیر) ہوتا ہے۔

ایسے ہی باعثوں سے باپ کے ایک گوتر ماں کی چھ پشتوں میں اور نزدیک جگہ بیاہ کرنا اچھا نہیں۔[1]

سنسکار ودھی میں بھی خاندان میں شادی کرنے کے نقصانات کو بیان کیا گیا ہے۔ اپنے گوتر میں اور بھائی بہنوں کا آپس میں بیاہ کیوں نہیں کیا جاتا۔ اس میں ایک نقص یہ ہے کہ ایسے وواہ میں کامل طور پر آپس میں پریم نہیں ہوتا

[1] دیانند سرسوتی، ستیارتھ پرکاش، ص ۱۰۱–۱۰۲۔
Dayānanda Sarasvatī, Satyārth Prakāsh, 101–102.

کیونکہ جتنی کشش کسی دور کی چیز کے لئے ہوتی ہے اتنی نزدیک کی چیز (ہر وقت سامنے موجود) میں نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ بچپن کے نقائص اور کمزوریاں بھی ان کو معلوم ہوتی ہیں۔ جس سے وہ ایک دوسرے پر کوئی خاص اثر نہیں ڈال سکتے اور نہ ہی کوئی باہمی دباؤ یا ڈر رہتا ہے۔ دوسرے جب تک جسم وغیرہ بھی کامل طور پر مضبوط نہیں ہوتے۔ تیسرا دور دیش میں تعلق ہونے سے باہمی پریم بڑھتا ہے اور مالی طور پر ترقی کرنے کا بھی موقعہ ملتا ہے نزد یکی تعلقات میں نہیں۔[1]

خاندان میں شادی نہ کرنے کے بارے میں مختلف لوگوں کے اقوال:۔

ڈاکٹر کونب لکھتا ہے کہ یہ نیم (یعنی شادی کرنے والوں میں آپس میں نزدیکی تعلق نہ ہونا چاہیے) ہمارے جسموں پر کندہ ہے اور ان نیموں کو توڑنے کے برے نتائج ان شاہی خاندانوں اور بڑی بڑی قدیم نسلوں کے اندر پائے جاتے ہیں۔ جو بہت دیر تک لگاتار اس نیم کو توڑتے رہے۔

ہیدڈاکٹر ٹرال اور بالفور نزدیکی رشتہ داروں میں شادی کا تعلق قائم کرنے کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ انکی رائے ہے کہ ایسے تعلق سے موروثی بیماریاں ایک دوسرے میں چلی جاتی ہیں اور نتیجہ بہت ہولناک ہوتا ہے۔

ہی انڈریو جیکسن کہتا ہے۔ طلاق کا بھاری سبب نزدیکی رشتہ داروں کا آپس میں بیاہ کرنا ہے۔ دور کے سمبندھیوں میں بجلی کی سی تیزی سے آپس میں پریم بڑھتا ہے۔

ڈاکٹر فلپ نے انگلینڈ میں اپنے ایک لیکچر میں کہا۔ نزدیکی رشتہ داروں کا آپس میں بیاہ کرنا اچھا نہیں اس طرح اگر ایک خاندان کے خون کو کوئی خرابی ہے تو وہ خرابی دوسرے خاندان میں چلی جائے گی ملک اور قوم کی ترقی کے لئے بہتر ہو گا کہ ملک کا خون گردش کرتا رہے۔ سوداگروں کو سپاہیوں اور سپاہیوں کو پادریوں سے رشتہ داریاں کرنی چاہیں۔ اسطرح تمام قوم بہادر اور مضبوط بنی رہے گی۔ پادریوں کا خون قوم کو مذہبی خیالات دلائیگا اور سوداگروں کا تجارت کی رغبت دلائے گا۔[2]

---

[1] سنسکارودھی، ص ۹۶۔

Sanskarodhi, 96.

[2] سنسکارودھی، ص ۹۷۔

Sanskarodhi, 97.

۲-چند خاندانوں میں شادی کرنے کی ممانعت

ہندو مت میں ایک طرف تو یہ قانون پیش کیا گیا ہے کہ اپنے خاندان میں شادی نہیں کی جاسکتی۔ تو دوسری طرف کچھ اور خاندانوں کی فہرست بیان کی گئی ہے جن سے رشتہ جوڑنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ دیانند سرسوتی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں اس قسم کے خاندانوں کا ذکر کیا ہے جن سے رشتہ ازدواج قائم کرنا ممنوع ہے۔

چاہے کتنی ہی دولت اجناس، گائے، بکری، ہاتھی چھوڑے حکومت، زر وغیرہ سے مالامال خاندان ہوں تو بھی شادی کرنے میں مندرجہ ذیل دس خاندانوں کو ترک کر دینا چاہیے۔ جو خاندان نیک عمل سے گرا ہوا ہو۔ نیک آدمی جس میں نہ ہوں۔ وید کی تعلیم کے بر خلاف جسم پر بڑے بڑے بال یا جن میں بواسیر چپ دق، دمہ کھانسی امراض معدہ مرگی جزام یعنی سفید یا گلت کوڑھ ہوں ان خاندانوں کی لڑکی یا لڑکے کے ساتھ بیاہ نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ سب عیب اور مرض بیاہ کرنے والے کے خاندان میں بھی آجاتے ہیں اس لئے اچھے اور تندرست خاندان کے لڑکے اور لڑکیوں کا آپس میں بیاہ ہونا چاہیے۔[1]

منو مہاراج نے بھی ان خاندانوں کو بیان کیا ہے جن میں شادی کرنا جائز نہیں ہے:

جس خاندان میں وید وکت سنسکار اور نت کرم نہ ہوتے ہوں اور جس میں مرد نہ ہو صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں یا جن مردوں کے جسم پر بہت بال ہوں یا جس خاندان میں وید کی تعلیم نہ ہو اور بواسیر، دمہ اور ہاضمہ کی خرابی ہرگی اور پھل پھیپڑے وغیرہ بہت قسم کے جزام کی بیماری ہو۔ ایسے خاندان اگر بہت دولت مند بھی ہو تو ان میں شادی نہ کرے۔[2]

مزکورہ خاندانوں میں شادی نہ کرنے کی وجہ

دیانند سرسوتی نے اپنی کتاب "سنسکار ودھی" میں مزکورہ خاندانوں میں شادی نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی مندرجہ ذیل خاندانوں میں شادی نہ کرے: (ا) جس خاندان کے لوگ جھوٹے ہوں اور ستیہ کاموں کے کرنے والے نہ

---

[1] دیانند سرسوتی، ستیارتھ پرکاش، ص ۱۰۲–۱۰۳۔

Dayānanda Sarasvatī, Satyārth Prakāsh, 102–103.

[2] منو سمرتی، ادھیائے ۳ اشلوک ۷، ص ۳۹۔

Manusmṛti, adhyāya 3 aślōk 7, p. 39.

ہوں۔ (۲) جس خاندان میں بچے پرش نہ ہوں اور جو خاندان ویدو دیاؤں سے ناواقف ہوں اور جن کے جسم پر بڑے بڑے بال ہوں اور جن خاندانوں میں دمہ کھانسی، مرگی، کوڑھ، دق، بواسیر وغیرہ موروثی بیماریاں ہوں۔ ایسے خاندانوں میں کبھی شادی نہیں کرنی چاہیے۔ ورنہ یہی برائیاں شادی کرنے والے خاندان میں بھی آجاویں گی۔[1]

مخالف وصف رکھنے والوں کا بیاہ قطعاً جائز نہیں:۔

اگر لڑکا اور لڑکی کی عادتیں بالکل نہیں ملتی۔ پھر تو کسی صورت میں بھی ان دونوں کا بیاہ مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے ان میں پیار محبت کا فقدان ہو گا۔

دیانند سرسوتی نے دو مخالف وصف و فطرت رکھنے والوں کے متعلق لکھا ہے۔

چاہے لڑکا لڑکی موت تک کنوارے رہیں لیکن اس دوش یعنی باہم مخالف وصف عمل اور فطرت رکھنے والوں کا بیاہ کبھی نہ ہونا چاہیے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا وقت سے پیشتر یا مخالف طبیعت والوں کا بیاہ ہونا مناسب نہیں ہے۔ سنسکارودھی میں مخالف صفت رکھنے والوں کو بیاہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔[2]

شادی ایک کبھی نہ ٹوٹنے والے تعلق کا نام ہے۔ اس لئے جن کی آپس میں شادی ہوتی ہے۔ اگر ان میں مکمل یکسانیت اور مطابقت نہ ہو گی تو وہ ساری عمر بدمزگی کی زندگی گزاریں گے۔ وہی گھر جسے ان کے ملاپ سے سورگ بن جانا چاہیے تھا۔ ان کے لئے دوزخ سے زیادہ تلخ اور خوفناک ہو جائیگا۔ اس سے نہ صرف شخصی طور پر انہیں بھی تکلیف پہنچے گی بلکہ ساری سوسائٹی پر اس کا برا اثر پڑے گا اور یہ ناقابل تلافی قومی نقصان ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب تک پتی پتنی میں مکمل یکسانیت اور ایک دوسرے سے گہرا پریم نہ ہو۔ گرہادہان کرتے وقت ان کا دیر یہ ٹھیک طور پر نہیں رہتا اس لئے اس سے جو بچے پیدا ہوتے ہیں وہ نکھے کمزور دائم المرض اور چڑچڑے ہوتے ہیں۔

---

[1] سنسکارودھی، ص۹۸–۹۹۔

Sanskarodhi, 98–99.

[2] دیانند سرسوتی، ستیارتھ پرکاش، ص۱۰۶۔

Dayānanda Sarasvatī, Satyārth Prakāsh, 106.

دیانند سرسوتی نے اپنی کتاب "حسنہ کارودھی میں یہ بیان کیا ہے کہ شادی میں راحت تب ہی ملے گی جب فریقین میں یکسانیت ہو گی۔

اگر سنسار میں سکھ اور شانتی کی ضرورت ہے تو بیاہ کرنے کے لئے ایک ہی سدھانت مد نظر رکھنا چاہیے جو سب سے اُتم اور پراچین ویدک سدھانت ہے۔ وہ سد بانت یہ ہے کہ اسرتی پرش آپس میں انکول ہوں۔ یعنی ان میں ہر طرح کی مطابقت اور یکسانیت پائی جائے۔ ان کے خیالات اور جذبات ایک ہوں۔ ان کے مالنگ اور سماک دچار ملتے ہوں۔ اس کے علاوہ ان۔ ملتے ہوں۔ اس کے علاوہ ان کے اندر Passional love یعنی شریر اور کام اندریوں کی آپس میں مطابقت ہو۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا اس وقت تک گر است آشرم کبھی سورگ دھارم نہیں بنے گا اور عورت و مرد باہم مکمل آئند اور راحت کی زندگی بسر نہیں کر سکیں گے اور دنیا میں شانتی نہ ہو گی۔[1]

میاں بیوی کے مشترکہ اوصاف کا بیان

اوپر یہ بیان کر دیا گیا کہ مخالف اوصاف رکھنے والوں کا بیاہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے گھر جہنم بن جاتا ہے۔ اب یہاں ان اوصاف کا ذکر کرتے ہیں جو فریقین میں ہونا ضروری ہیں۔ دیانند سرسوتی اپنی کتاب "سنسکارودھی" میں ان اوصاف کا تذکرہ تفصیل سے کرتے ہیں۔[2] اور اور کنیا کی ایک دوسرے کے گن۔ کرم اور سبھاؤ کی پریکشا کے لئے یہاں دونوں کے اوصاف لکھتے ہیں یعنی شادی کرنے والے استری پرش میں مندرجہ ذیل اوصاف ہونے چاہئیں۔ دونوں یکساں نیک سیرت ایک جیسے ذہین ایک جیسا آچار (کیریکٹر) رکھنے والے خوب صورتی میں برابر شیریں کلام راستگو کسی کو دکھ نہ دینے والے شکر گزار کسی کا احسان نہ بھولنے والے۔ غرور جسد غصہ اور لالچ سے مہر انفس کش برم مزاج، دیش کی بھلائی چاہنے والے، بچی بات بلاخوف کہہ دینے والے ہر گرم است و دریا کے شیدائی مکر و فریب، چوری، جوابازی شراب وغیرہ برائیوں کے نزدیک نہ جانے والے گرہست آشرم کے فرائض کو بڑی ہوشیاری سے سرانجام دینے والے ہوں، جب صبح شام یا سفر سے واپس آکر ملیں تب دونوں ایک دوسرے کو

[1] سنگارودھی (دہلی: آریہ سماج پبلیکیشنز، تاریخ ندارد)، ص ۱۰۱۔
Sangāro Dhī (Delhi: Arya Samaj Publications, n.d.), 101.

[2] ایضاً ص ۱۰۲

IBID

نمستے" کہیں۔ پھر استری پتی کے پاؤں چھو کر پاؤں وغیرہ دھلائے اور بیٹھنے کے لئے آسن (چوکی کرسی وغیرہ) دے اور دونوں ایک دوسرے سے محبت اور پریم بڑھانے والی باتیں اور عمل کر کے خوشی اور آنند حاصل کریں۔

کس قسم کی لڑکی سے بیاہ کرنا مناسب نہیں ہے:۔

شادی بیاہ کے ہندو قوانین میں لڑکی کی صورت وسیرت کو معیار بنایا گیا ہے اور ان کی مذہبی کتب میں ایسی لڑکیوں کا تذکرہ ملتا ہے جن سے بیاہ کرنا اور ازدواجی تعلق قائم کرنا مناسب نہیں ہے۔[1]

دیانند سرسوتی ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں:

> نہ زرد رنگ والی نہ ادھیک آنگی (مرد سے زیادہ لمبی چوڑی یا زیادہ طاقتور) نہ بیمار نہ وہ جس کے جسم پر بالکل بال نہ ہوں نہ بہت بال والی بنہ بکواس کرنے والی اور نہ بھوری آنکھ والی۔[2]

منو مہاراج اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

> اس کی شادی ایسی دوشیزہ سے نہ ہونے پائے جس کے بال سرخ ہوں نہ اس سے جس کا کوئی عضو زائد ہو، نہ اس سے جو طبعاً علیل ہو، نہ اس سے جس کے (جسم پر بالکل) بال نہ ہوں یا بہت زیادہ ہوں اور نہ اس سے جو سرخ چشم یا باتونی ہو۔[3]

برے یا ڈراؤنے نام والی لڑکیوں سے بھی شادی کا رشتہ جوڑنا ہندو قانون ازدواج میں ممنوع خیال کیا جاتا ہے۔

دیانند سرسوتی لکھتے ہیں:

> رکش یعنی اشونی بھرنی رونی، ریوتی بائی چتری وغیرہ ستاروں کے نام والی تکسیا گیند اگلابی چمپہ چمبیلی وغیرہ پودوں کے نام والی۔ گنگا جمنا وغیرہ ندی کے نام والی۔ چانڈالی وغیرہ پیچ نام والی۔ بندھیا، ہمالیہ، پارتی وغیرہ پہاڑ نام والی کوکلا بینا وغیرہ پرند نام والی۔ ناگی پھچین گا وغیرہ

[1] سنسکارودھی، ص۳۵۹–۳۶۰۔

Sanskarodhi, 359–360.

[2] دیانند سرسوتی، ستیارتھ پرکاش، ص۱۰۳۔

Dayānanda Sarasvatī, Satyārth Prakāsh, 103.

[3] منو دھرماشاستر، باب ۳ اشلوک ۸۔

Manodharma Śāstra, bāb 3 aślōk 8.

سانپ کے نام والی۔ مادھو داسی میراں داسی وغیرہ خدمتگار نام والی اور بھیم کماری، چنڈ کا کالی وغیرہ ڈراؤنے نام والی لڑکیوں کے ساتھ شادی نہ کرنی چاہیے کیونکہ یہ نام خراب اور دیگر اشیاء کے بھی ہیں۔[1]

منومہاراج اس بارے میں لکھتے ہیں:

نہ اس کے ساتھ جس کا نام مجمع النجوم شجر یا دریا کے نام پر ہوں نہ اس کے ساتھ جس کے نام کا کوئی حصہ نچلی ذاتوں یا کسی پہاڑ کے لئے مخصوص نام پر مشتمل ہو۔ اس کا نام یا نام کا کوئی حصہ کسی پرندے سانپ یا غلام کے نام پر نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی (کسی ایسی چیز کے نام سے جو) دہشت انگیزی کا تاثر دیتی ہو۔[2]

اگر کسی لڑکی کے باپ کا پتہ نہ ہو یا اس کا کوئی بھائی نہ ہو تو اس لڑکی سے بھی بیاہ کرنا مناسب نہیں ہے منو لکھتے ہیں:

لیکن کسی باشعور شخص کو ایسی (دوشیزہ) سے شادی نہ کرنی چاہیے جس کا بھائی نہ ہو اور نہ اس کے ساتھ جس کے باپ کا علم نہ ہو۔ (اول صورت میں) یہ امر مانع ہے کہ اسے باپ نے (بے اولاد ہونے کے باعث) متبنیٰ بیٹی بنایا ہو اور دوسری صورت میں کہیں (اس کا باپ) گناہ کا مرتکب نہ ہوا ہو۔[3]

شادی کے لئے کس قسم کی لڑکی مناسب ہے:

اس سے پہلے بیان کیا کہ کس قسم کی لڑکی شادی کے لئے غیر موزوں ہے اب یہاں سے بیان کرتے ہیں کہ کسی قسم کی لڑکی شادی کے لئے مناسب ہے۔

[1] منودھرماشاستر، باب ۳ اشلوک ۱۱، ص ۶۶۔
Manodharma Śāstra, bāb 3 aślōk 11, p. 66.

[2] منودھرماشاستر، باب ۳ اشلوک ۱۰، ص ۶۶۔
Manodharma Śāstra, bāb 3 aślōk 10, p. 66.

[3] منوسمرتی، ادھیائے ۷ اشلوک ۷۸، ص ۱۲۳۔
Manusmṛti, adhyāya 7 aślōk 78, p. 123.

دیانند سرسوتی لکھتے ہیں:

> جس کے صاف سیدھے اعضاء ہوں یعنی پسندیدہ ہوں اور جس کا نام عمدہ جیسے یشو و اشکھد او غیرہ ہو۔ ہنس اور ہتھنی جیسی جس کی چال ہو۔ جس کا رونگٹا چھوٹا اور ملائم ہو۔ سر کے بال اور دانت باریک ہوں اور جس کے جسم کے سب اعضاء ملائم ہوں۔ ایسی عورت سے بیاہ کرنا چاہیے۔[1]

منومہاراج نے بھی انہی اوصاف کا تذکرہ منوسمرتی میں کیا ہے:

اس کی شادی کسی ایسی عورت سے ہو جس کا نام خوش معانی، چال (دلکشی) میں ہنس یا ہاتھی کی سی ہر اور جسم کے بال نہ زیادہ نہ کم دانت چھوٹے اور اعضاء کامل ہوں۔[2] اس مکان میں بیٹھ کر ایسی ہم قوم عورت کے ساتھ شادی کرے کہ جو اچھے خاندان کی ہو اور دل کی پیاری اور خوبصورت وہنر مند و نیک خصلت ہو۔[3]

دیانند سرسوتی اپنی کتاب سنسکارودھی" میں ان اوصاف کو یوں بیان کرتے ہیں۔ جس کے سڈول اور خوبصورت اعضاء اچھا اثر پیدا کرنے والا باسنی نام ہو جو خوش رفتار نرم بالوں والی اور اچھے خوشنما دانت رکھتی ہو۔ جس کے اعضاء ہر طرح مکمل بتندرست اور نازک ہوں اور شیریں کلام ہو ایسی استری سے شادی کرنی چاہیے۔[4]

---

[1] منودھرماشاستر، باب ۳ اشلوک ۱۰، ص ۶۶۔

Manodharma Śāstra, bāb 3 aślōk 10, p. 66.

[2] منوسمرتی، ادھیائے ۷ اشلوک ۷۸، ص ۱۲۳۔

Manusmṛti, adhyāya 7 aślōk 78, p. 123.

[3] سنسکارودھی، ص ۳۵۱۔

Sanskarodhi, 351.

[4] سنسکارودمی، ص ۳۵۱

Sansikā Rūdmī, Ṣ, 351.

اسلام میں نکاح کے اصول

اسلامی نکاح کے اصولوں پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے درج ذیل نکات اہم ہیں:

1. نکاح کی عمر:

اسلامی شریعت میں نکاح کے لئے عمر کی کوئی مخصوص حد مقرر نہیں کی گئی، لیکن اس حوالے سے چند اہم باتیں مد نظر رکھی جاتی ہیں:

بلوغت: نکاح کے لئے مرد اور عورت کا بالغ ہونا ضروری ہے۔ بلوغت کا مطلب جسمانی اور نفسیاتی طور پر نکاح اور اس کی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ادا کرنے کے قابل ہونا ہے۔[1]

فقہی احکام: مختلف اسلامی فقہاء کے نزدیک بلوغت کی علامات مختلف ہو سکتی ہیں، لیکن عام طور پر لڑکیوں کے لئے 9 سے 15 سال اور لڑکوں کے لئے 12 سے 15 سال کی عمر بلوغت کی علامات شمار کی جاتی ہیں۔[2]

2. نکاح کے محرمات

اسلامی شریعت میں کچھ رشتے ایسے ہیں جن سے نکاح حرام ہے۔ ان رشتوں کو "محرمات" کہا جاتا ہے:

نسلی محرمات: وہ رشتے جو خون کے رشتہ سے حرام ہیں، جیسے ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ وغیرہ۔

رضاعی محرمات: وہ رشتے جو دودھ پلانے سے حرام ہو جاتے ہیں، جیسے رضاعی ماں، رضاعی بہن وغیرہ۔ قرآن مجید میں سورۃ النساء، آیت 23 میں محرمات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

سسرالی محرمات: وہ رشتے جو نکاح کے ذریعے حرام ہو جاتے ہیں، جیسے ساس، بہو، اور بیوی کی بیٹی۔[3]

---

[1] عبد الرحمن رحمانی، اسلامی نکاح اور معاشرتی ذمہ داریاں (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، ۲۰۰۵)، ص ۷۷۔

ʿAbdul Raḥmān Raḥmānī, Islāmi Nikāḥ aur Muʿāsharati Zimmedāriyān (Lahore: Islamic Publications, 2005), 77.

[2] مفتی احمد یار نعیمی، اسلامی فقہ اور جدید مسائل (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۷)، ص ۵۵۔

Muftī Aḥmad Yār Naīmī, Islāmi Fiqh aur Jadīd Masāʾil (Lahore: Zia-ul-Quran Publications, 2007), 55.

[3] مولانا وحید الدین اشرف، حقوق زوجین: ایک شرعی جائزہ (کراچی: مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۱۱)، ص ۹۸۔

3. نکاح میں جبر کی ممانعت

اسلامی قانون میں نکاح میں جبر کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ نکاح کے لئے دونوں فریقین کی آزادانہ مرضی اور رضامندی ضروری ہے۔

رضامندی: نکاح کی مجلس میں دولہا اور دلہن کی واضح اور غیر مشروط رضامندی کا اظہار ہونا چاہئے۔

جبر کی ممانعت: اگر کسی بھی فریق کو نکاح پر مجبور کیا جائے تو وہ نکاح شرعی طور پر باطل یا فسخ قرار دیا جاسکتا ہے۔[1]

حضور ﷺ نے فرمایا: "کنواری سے اس کے نکاح کے بارے میں اجازت طلب کی جائے اور بیوہ سے اس کی رائے لی جائے۔"[2]

4. بر کے انتخاب میں آزادی:

اسلامی شریعت میں نکاح کے لئے بر کے انتخاب میں آزادی دی گئی ہے۔ دونوں فریقین کو اپنے شریک حیات کے انتخاب کا حق حاصل ہے۔

شرعی اصول: والدین یا ولی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے زبردستی کسی کو نکاح پر مجبور کریں۔

اخلاقی معیارات: شریک حیات کے انتخاب میں دین داری، اخلاق، کردار اور خاندان کی اہمیت دی جاتی ہے۔[3]

Mawlānā Waḥīd al-Dīn Ashraf, Ḥuqūq-e-Zaujain: Aik Sharʿī Jāiza (Karachi: Maktaba Islamia, 2011), 98.

1 سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامی معاشرت اور اس کے اصول وضوابط (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۹۸)، ص ۱۷۶۔

Sayyid Abū al-Aʿlā Mawdūdī, Islāmi Muʿāshrat aur Iske Uṣūl o Ḍawābiṭ (Lahore: Idara Tarjuman-ul-Quran, 1998), 176.

2 رحمانی، عبد الرحمن. اسلامی نکاح اور معاشرتی ذمہ داریاں. لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 2005، 87

Raḥmānī, ʿAbd al-Raḥmān. Islāmī Nikāḥ aur Muʿāshartī Zimmedāriyān. Lāhaur: Islāmik Pablikeshanz, 2005, 87.

3 نعیمی، مفتی احمد یار. اسلامی فقہ اور جدید مسائل. لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 2007.، 67

Naʿīmī, Muftī Aḥmad Yār. Islāmī Fiqh aur Jadīd Masāʾil. Lāhaur: Ẓiyā al-Qurʾān Pablikeshanz, 2007, 67.

5. ذات پات میں شادی کی ممانعت:

اسلامی شریعت میں ذات پات یا طبقاتی فرق کی بنیاد پر شادی کی ممانعت نہیں ہے۔ نکاح میں تقویٰ اور اخلاق کو اہمیت دی جاتی ہے۔ قرآن مجید: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔"[1]

خلاصہ بحث

اسلامی نکاح کے اصولوں میں نکاح کی عمر، نکاح کے محرمات، نکاح میں جبر کی ممانعت، بر کے انتخاب میں آزادی، ذات پات میں شادی کی ممانعت، وکیل کی موجودگی (جہاں ضرورت ہو)، اور علی الاعلان نکاح شامل ہیں۔ ان اصولوں کی پابندی نکاح کو شرعی اور قانونی طور پر جائز بناتی ہے اور معاشرتی تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرتی ہے۔ آریائی مذاہب اور عائلیات کی اصولی مباحث کا اسلامی تناظر میں مطالعہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ کس طرح دونوں مذاہب میں شادی اور عائلی زندگی کے اصول مختلف ہیں، اور ان کے معاشرتی اثرات کیا ہیں۔ ہندو مذہب میں شادی ایک مقدس عمل ہے جس میں بیوی اور شوہر کے درمیان تعلقات کی تفصیلات بڑی وضاحت سے فراہم کی گئی ہیں، مگر ان میں اکثر مرد کا کردار زیادہ غالب دکھائی دیتا ہے۔ ہندو معاشرت میں جہاں شوہر کو عموماً زیادہ اختیارات حاصل ہیں، وہیں بیوی کی ذاتی آزادی اور حقوق میں کمی محسوس کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی تعلیمات میں شادی کو ایک معاہدہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس میں دونوں فریقین کے حقوق و ذمہ داریاں یکساں ہیں اور ان میں مساوات اور عدلیہ کی مکمل ضمانت دی گئی ہے۔ اسلام میں شادی کا مقصد صرف نسل بڑھانا یا سماجی تعلقات کو مضبوط کرنا نہیں، بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت، تعاون اور احترام کی بنیاد پر زندگی گزارنا ہے۔ اس کے برعکس، ہندو مذہب میں شادی کا تصور بعض اوقات جغرافیائی اور ثقافتی اختلافات کی بناء پر مختلف شکلوں میں دیکھنے کو ملتا ہے، جس میں مرد کی سرپرستی اور بیوی کے تابع ہونے کے رجحانات نمایاں ہیں۔ یہ مطالعہ اس بات پر

---

[1] سورۃ الحجرات:13۔

Al-Ḥujurāt, 49:13.

روشنی ڈالتا ہے کہ اسلامی معاشرت میں عائلی زندگی کے اصولوں کی بنیاد احترام، محبت، اور یکساں حقوق پر ہے، جبکہ ہندو مذہب میں ان اصولوں کا اطلاق بعض اوقات ثقافتی رواج اور مذہبی متون کی روشنی میں مختلف طریقوں سے ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، شادی اور عائلی زندگی کو ایک بہتر بنیاد پر استوار کیا جا سکتا ہے، جہاں دونوں فریقین کے حقوق کا تحفظ اور ان کے درمیان تعلقات کا استحکام اہمیت رکھتے ہیں۔ آخری تجزیے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ دونوں مذاہب کے عائلی اصولوں کی تفہیم سے ہم اپنے معاشرتی تعلقات میں بہتری لا سکتے ہیں، اور اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ اسلامی اصول زیادہ شفاف اور انصاف پر مبنی ہیں۔ ان دونوں کے موازنہ سے ہمیں ایک ایسا راستہ ملتا ہے جس میں ہم عائلی زندگی کے اصولوں کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں اور انہیں اپنے موجودہ سماجی ڈھانچوں میں لاگو کر سکتے ہیں۔